تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

29/3/95

جلد نمبر4   شمارہ نمبر14   29مارچ تا4اپریل95ء   27شوال تا3ذیقعد1415ھ   خبرنامہ شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی پاکستان   قیمت فی پرچہ: ایک روپیہ

نظام زکوٰۃ پر شیعہ سنی اتحاد پیدا ہو جائے تو ملک میں نفاذ اسلام کا راستہ کھل جائے گا

مثالی اسلامی ریاست میں کفالت عامہ کا سب سے بڑا ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد

(پ ر) ۲۴ مارچ لاہور۔ شیعہ سنی مفاہمت نہ صرف پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے اشد ضروری ہے بلکہ اس سے عالم اسلام میں اتحاد و یگانگت کی راہیں استوار ہو جائیں گی۔ مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل شیعہ سنی مفاہمت کی ٹھوس اساس کے موضوع پر ہونے والی گزشتہ تقریر کے تسلسل ہی میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ ایک مثالی اسلامی ریاست میں کفالت عامہ کے نظام کا سب سے بڑا ذریعہ زکوٰۃ ہی ہے۔ زکوٰۃ کو ایک جانب عبادت کا درجہ و مقام حاصل ہے تو دوسری طرف یہ اسلام کے معاشی نظام کا اہم ستون ہے۔ تاہم نظام زکوٰۃ پر تاحال شیعہ سنی اختلاف خاصا گہرا ہے۔ نظام زکوٰۃ پر شیعہ سنی اتحاد پیدا ہو جائے تو ملک میں نفاذ اسلام کا راستہ کھل جائے گا۔ لیکن اگر اہل تشیع اپنی زکوٰۃ حکومت کو نہ دینے پر ہی اصرار جاری رکھیں تو پھر انہیں اپنا کفالتی نظام بھی خود ہی تشکیل دینا ہو گا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا ایران نے اپنے ہاں اکثریتی آبادی کی فقہ کو بطور پبلک لاء نافذ کر کے اس مسئلے کے حل کی راہ نکال دی ہے۔

ایران میں نافذ العمل صورت حال کو پاکستان کی شیعہ برادری بھی قبول کرے تو حالات میں بڑی حد تک بہتری پیدا ہو جائے گی۔ انہوں نے یہ رائے بھی ظاہر کی کہ ایرانی حکومت وہاں کی سنی آبادی کو جس قسم کی سہولتیں اور مراعات دینے کا اعلان کرے پاکستان میں بھی اہل تشیع کو وہ تمام مراعات ساتھ ہی ساتھ دے دی جائیں۔ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اجتہاد کو تسلیم کرتے ہیں اور عملی اعتبار سے اسے ایک زندہ ادارے کے طور پر شیعہ علماء ہی نے اختیار کر رکھا ہے' جبکہ اہل سنت کے علماء نے اجتہاد کو عملاً معطل کر رکھا ہے۔ نظری طور پر اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھ کر بھی عملاً اسے بند کر کے وہ تقلید جامد پر کار پابند ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا علامہ اقبال جیسا روشن خیال اور جدید مفکر بھی کم نظر علماء کے اجتہاد کی بجائے تقلید کرنے کی ترجیح دیتا ہے۔ ہمارے موجودہ مذہبی طبقے کی عظیم اکثریت جدید علوم سے ناواقف ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ دین کی بنیادی تعلیمات اور اساسی فلسفے سے بے بہرہ ہے۔ اس طرح مذہبی اور تعلیم یافتہ دونوں طبقات "عالمان کم نظر" کی تعریف میں آ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ مغربی دنیا اسلام کے عملی نفاذ سے خائف ہے۔ ہماری وزیرِ عظمٰی صاحبہ نے بھی اسلام کے عملی نفاذ کی جد و جہد کرنے والی جماعتوں کے خلاف امریکہ سے شدت پسندی اور بنیاد پرستی کے تصورات کے خاتمے کے لئے مدد طلب کی ہے۔ انہوں نے کہا اسلام کے مذہبی تصورات کی حامل جماعتوں سے یورپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے کہ یہ جماعتیں سیکولرازم کے تصورات سے ہم آہنگی اختیار کر سکتی ہیں۔ اس وقت ہمیں امریکہ جیسی دنیا کی واحد سپریم طاقت سے مقابلہ درپیش ہے جس کے لئے ایران اور پاکستان کا اتحاد ضروری ہے۔ اس خطے میں ہونے والا عظیم علمی اور عملی کام لازماً اپنا رنگ دکھائے گا اور آخری چٹان کے طور پر افغانستان' پاکستان اور ایران کے لوگ یہودی استعمار کا مقابلہ کریں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا مغرب کا موجودہ طوفان مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ملک کے سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا ہے کہ سیاسی سطح پر عنقریب ایک بڑا گھمسان کا رن پڑنے والا ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ منظور وٹو اور حامد ناصر چٹھہ کے بدلتے ہوئے تیور اور تیکھے بیانات سے سیاسی منظر کی تبدیلی کی واضح علامت ہے۔ پیپلزپارٹی کی طرح مسلم لیگ نواز گروپ نے بھی ایک مضبوط سیاسی جماعت کی حیثیت سے اپنا لوہا منوا لیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ملک کی مذہبی قیادت کے لئے ایک بڑا امتحان آنے والا ہے۔ اگرچہ مستقبل کی سیاسی جنگ دو بڑی قوتوں کے مابین ہی برپا ہو گی مگر مذہبی طبقات کی قوت بھی ایک حد تک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ انہوں نے کہا مذہبی قوتیں اقتدار کی جنگ میں شریک نہ ہوں بلکہ دینی اور لادینی بنیادوں پر اپنا الگ اور جداگانہ تشخص قائم کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا بے نظیر ایک طرف اپنے سیاسی مخالفین سے جنگ لڑے گی تو دوسری طرف وہ مذہبی "شدت پسندی" کے خلاف بھی معرکہ آرائی کریں گی۔ انہوں نے مذہبی جماعتوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ انتخابی سیاست سے بالاتر ہو کر نظام کی تبدیلی کے لئے انقلابی جد و جہد کا راستہ اختیار کریں۔

پریشر گروپ کے تصورات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ پریشر گروپ کے قیام کا ہدف عوام کے سامنے واضح طور پر بیان کیا جانا چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا میں بھی دین کی بنیاد پر ایک پریشر گروپ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ یہی پریشر گروپ احتجاجی تحریک کی صورت میں بالآخر غیر مسلح بغاوت کا راستہ کھول دے گا جو نظام کی تبدیلی کا سبب بنے گا۔ انہوں نے کہا ہماری مذہبی جماعتیں انتخابی سیاست کے ذریعے قیامت تک برسراقتدار نہیں آ سکتیں۔

حلقہ لاہور ڈویژن کا عشرہ دعوت

(نامہ نگار) پاکستان میں مغربی جمہوری نظام نافذ العمل ہے جو انتہائی ظالمانہ و استحصالی خصوصیات کا حامل ہے۔ نظام ظلم کے استحصالی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے عادلانہ نظام کی برکات سے عوام الناس کو روشناس کرانے کے لیے حلقہ لاہور ڈویژن کے زیراہتمام 22 اپریل سے یکم مئی تک "عشرہ دعوت" کے عنوان سے بھرپور پروگرام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

حلقہ میں شامل تمام تنظیمیں اس دوران خصوصی انداز میں عوامی رابطہ کی مہم چلائیں گی۔ اس خصوصی دعوتی مہم کا مقصد لوگوں کو موجودہ ظالمانہ نظام کے خاتمے کے لیے تیار کر کے نظام خلافت کے قیام کی راہ ہموار کرنا پیش نظر ہے۔ ناظم حلقہ جناب عبدالرزاق نے رفقاء حلقہ کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے کہ وہ "عشرہ دعوت" کے لیے مقدور بھر صلاحیتیں لگا دیں تاکہ غلبہ دین حق کی راہ ہموار کرنے میں مدد مل سکے۔

فیصل چوک مال روڈ پر احتجاجی کیمپ لگایا جائے گا

حلقہ لاہور ڈویژن کے زیراہتمام عشرہ دعوت کے دوران 23اپریل سے 27اپریل تک روزانہ سہ پہر ساڑھے چار بجے تا قبل از نماز عشاء علامتی احتجاجی کیمپ لگایا جائے گا۔ احتجاجی کیمپ کے ناظم نعیم اختر عدنان ہوں گے۔

لاہور میں "عشرہ دعوت" کے دوران عوامی جلسے منعقد ہوں گے

حلقہ لاہور ڈویژن میں شامل تمام تنظیمیں عوامی جلسے منعقد کریں گی۔ ان جلسوں کی صدارت تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق کریں گے۔

جلسہ ہائے عام اور احتجاجی کیمپ کا نظام الاوقات

نام تنظیم	تاریخ جلسہ ہائے عام	احتجاجی کیمپ
لاہور غربی	25اپریل	23اپریل (غربی + چھاؤنی)
لاہور جنوبی	26اپریل	27اپریل
لاہور چھاؤنی	27اپریل	23اپریل
لاہور شمالی	28اپریل	24اپریل
لاہور وسطی	29اپریل	26اپریل
لاہور شرقی	30اپریل	25اپریل

مسلمانوں کو مشکل حالات سے ہمیشہ اسلام ہی بچاتا ہے

29 دسمبر 1930 کو مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد میں خطاب کرتے ہوئے مفکر پاکستان علامہ اقبال نے فرمایا "مسلمانوں کی تاریخ سے میں نے ایک سبق سیکھا ہے' تاریخ کے آڑے وقت میں مسلمانوں کو اسلام نے بچایا ہے' مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔ اگر آج آپ اپنی نظریں اسلام پر گاڑ دیں اور اس میں جو حیات آفریں قوت پنہاں ہے اس سے متاثر ہو جائیں تو آپ اپنی پراگندہ قوتوں کو پھر سے اکٹھا کر سکیں گے' اپنی کھوئی ہوئی طاقت' صلابت کردار دوبارہ حاصل کر لیں گے۔

قرآن کریم کی ایک آیت بڑی معنی خیز آیت ہے وہ یہ کہ "پوری انسانیت کی موت اور پیدائش بھی فرد واحد کی موت اور پیدائش کی مانند ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ' انسانیت کے اس اعلیٰ و ارفع تصور کے اولین باعمل شارح ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

اس اصول پر جئیں اور ایک نفس واحدہ کی طرح آگے قدم بڑھائیں۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ ہندوستان میں صورت حال وہ نہیں ہے جو بظاہر نظر آتی ہے۔ تو میرا مقصد کسی کو فریب دینا نہیں ہے لیکن بہرحال اس کا مطلب آپ پر اس وقت روشن ہو جائے گا جب آپ صورت حال کو دیکھنے کے لیے ایک اجتماعی خودی پیدا کر لیں گے۔

حلقہ لاہور ڈویژن کا مشاورتی اجتماع

(نامہ نگار) تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن کے ناظم جناب عبدالرزاق نے لاہور کی تنظیموں کے امراء کے مشورے سے حلقہ کی مجلس مشاورت تشکیل دی ہے' مجلس مشاورت میں ناظم حلقہ' لاہور وسطی سے مرزا ایوب بیگ' عمران چشتی' غازی محمد وقاص' لاہور شمالی کے امیر اقبال حسین' طارق جاوید' لاہور شرقی سے ڈاکٹر عارف رشید مرزا اشرف بیگ' لاہور چھاؤنی سے محمد اشرف وصی' حافظ محمد اقبال اور حبیب الرحمٰن' لاہور غربی سے ملک منیر احمد اعوان اور نعیم اختر عدنان' لاہور جنوبی سے قمر سعید قریشی اور پروفیسر فیاض حکیم شامل ہیں۔

حلقہ لاہور کی مجلس مشاورت کا پہلا باقاعدہ اجلاس 22 مارچ کو حلقہ کے دفتر میں منعقد ہوا۔

اس مشاورتی اجلاس میں حلقہ لاہور کی سطح پر "عشرہ دعوت" کے پروگراموں کو حتمی شکل دی گئی۔

تنظیم اسلامی کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

(نامہ نگار) تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کا دو روزہ اجلاس 5 اپریل سے قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہو گا جس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کریں گے۔

اجلاس میں تنظیمی و دعوتی امور کے علاوہ ملکی اور بین الاقوامی صورت حال کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

ندائے خلافت لاہور

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

جنرل (ریٹائرڈ) محمد حسین انصاری

چند روز ہوئے قوم نے بڑی دھوم دھام سے 23 مارچ کو یوم پاکستان منایا کہ 55 سال قبل اسی روز مسلمانان ہند نے اپنے لیے علیحدہ وطن کے مطالبے اور اس کے حصول کے لیے پختہ عزم کا اعلان کیا تھا۔ ہر سال یہ دن نئی شان اور نئے انداز سے منایا جاتا ہے۔ سورج طلوع ہونے پر توپوں کی سلامی' دارالحکومت میں مسلح افواج کی پریڈ' حسن کارکردگی پر اعزازات تو ہمیش کا معمول ہیں' البتہ اس بار لاہور میں "پھول میلے" کا دلپسند اضافہ ہوا۔ ویسے بھی ہماری قوم میلوں ٹھیلوں کی شوقین ہے لیکن میلے کے لیے گلبرگ کے انتخاب نے اس شو (Show) کو مزید پرکشش بنا دیا۔ فیشن ایبل علاقے میں فائن آرٹ نے خوب رنگ دکھائے۔ کاروں کی بہتات' انسانوں کی دھکم پیل' خوش گپیوں کا غوغا' حسن و جمال کا مظاہرہ' مردوزن کا اختلاطی انداز خوب دیدنی تھے۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے افتتاحی تقریب میں کتنے پتے کی بات کہی کہ حکومت نے پھول میلے کے ذریعے لوگوں کی گھٹن دور کر دی ہے۔ لوگ واقعی پربہار تھے۔ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ کیا ہوا اگر ایسی خوشی نے کراچی سے منہ موڑ لیا ہے۔ کیا ہوا اگر اسی لاہور میں ہماری غلاظت بہا لے جانے والے نالوں کے کنارے بسنے والے کم نصیب لوگ یہ میلہ دیکھنے نہ پہنچ پائیں گے۔ انہیں چاہیے کہ کاغذ کے بنے پھولوں سے دل بہلا لیں۔ کیا ہوا اگر سارے شہر کی سڑکیں بے تحاشا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ پیسہ ایک کام ہی تو کر سکتا ہے۔ خوشحال لوگوں کے دل بہلاوے کا انتظام کرے یا سڑکوں کی مرمت۔ سڑکیں تو ہر سال بجٹ کے فوراً بعد بنا دی جاتی ہیں۔ اب بھی دو ماہ کی بات ہے پھر بن جائیں گی۔ آخر اگلے تین ماہ کے دوران انہیں پھر ٹوٹ ہی جانا ہے۔ بات کرو پاکستان کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی سب سے بڑی ریاست عطا فرما دی۔ بھلا ہو قائداعظم کا جس کی قابل فخر قیادت نے ہمیں غیر کی حکومت سے نجات دلائی۔

کیا ہوا اگر پاکستان دولخت ہو گیا۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ کیا ہوا اگر ہماری شرح خواندگی تیس فیصد بھی نہیں۔ کرکٹ میں کوئی ہمارا مقابلہ کرے تو جانیں۔ ہاکی میں ہمارا کوئی ہمسر نہیں۔ سکواش کا تاج ہمارے پاس ہے۔ کیا ہوا اگر ستر فیصد لوگ بین الاقوامی معیار کے مطابق غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آخر علماء کرام غریبوں کو صبر کی تلقین تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ انہیں امرا سے حسد نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی تو ہماری شان ہے کہ ہمارے امرا کا ٹھاٹھ دنیا میں کسی سے کم نہیں۔ کتنے ایسے ملک ہیں جو ہماری طرح نہروں کے دونوں کناروں پر سجاوٹی بلب جلاتے ہیں۔ کیا ہوا اگر بجلی کی پیداوار ہماری مانگ سے کہیں کم ہے۔ شادی کی تقاریب میں بجلی چوری کر کے ہزاروں کی تعداد میں بلب جلا کر خوشی منا لیتے ہیں تو کون سی قیامت آ جائے گی؟ نہیں!!!

اب تک جو کچھ کہا وہ طنز کے ارادے سے نہیں بلکہ دل کے پھپھولے ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آیئے سب مل کر سنجیدگی سے اپنے معاملات کا جائزہ لیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے حالات سدھارنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس اعزاز کی لاج رکھیں کہ "اے مسلمانو! جتنی امتیں دنیا میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ (القرآن۔ سورۃ آل عمران' آیت 110) ایک اور جگہ ارشاد ہے: "اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنا دیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو"۔ (سورۃ البقرۃ' آیت 143)

تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کے مطالبے کی پاداش میں اور ہجرت کے مجاہدانہ عمل میں مسلمانوں نے بے انتہا قربانیاں دیں۔ چڑیا اپنا چار تنکوں کا آشیانہ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ لوگوں نے گھربار چھوڑے' مال اثاثے گنوائے' جانیں دیں' عصمتیں لٹوائیں۔ ایک ایسے وطن کی خواہش میں جہاں دنیا کا بہترین نظام دین اسلام قائم ہوگا۔ ہم اب تک یہ خواہش پوری نہیں کر سکے۔ ہم سے بھول ہوئی۔ ہم سب اپنے تئیں ذمہ دار ہیں۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہوگا۔ پورے خلوص سے ان کوتاہیوں کا ازالہ کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "تم ہی غالب رہو گے اگر تم واقعی مومن ہو"۔

کراچی کے فسادات کس چیز کی نشاندہی کر رہے ہیں

نجیب صدیقی

کراچی کے فسادات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ معاشرے کے اندر سے عقیدہ آخرت معدوم ہوتا جا رہا ہے۔ ایمان صرف نوک زبان تک ہے' دل تک اس کی رسائی نہیں۔ سوچ کے تمام زاویوں پر مادی اقدار کا غلبہ ہے۔ اس مادی غلبہ نے ہمیں اتنا سفاک بنا دیا ہے کہ اپنوں کے گلے پر چھری چلانے میں ہمارا ہاتھ تک نہیں کانپتا۔

اس انحطاط تک پہنچنے میں ایک عرصہ لگا ہے۔ پاکستان کے قیام سے قبل دوسرے مذاہب سے ہمارا مقابلہ تھا۔ اس مقابلہ کی کیفیت میں ظاہری طور پر ہی سہی مذہب کے ایک تصور کو تحفظ حاصل تھا۔ معاشرہ اس تصور کو تھامے ہوا تھا۔ اگرچہ اس کی جڑیں شعور کے اندر نہ تھیں' پھر بھی مقابلے کی صورت تھی اور اس سے ہمارا بھرم قائم تھا۔ پاکستان بننے کے بعد اگر اس جذبے کو جو اس کا محرک تھا' آفاقی بنا دیا جاتا اور اس شوق اور ولولے کو اس کی تعمیر میں لگایا جاتا تو آج ہماری طاقت ناقابل تسخیر ہوتی۔

وہ لوگ جو قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں وہی قوم کی تعمیر کرتے ہیں۔ وہی اس جذبے کو تھامتے ہیں' اسے آگے بڑھاتے ہیں' منزل کی نشاندہی کرتے ہیں اور آگے سے آگے لے کر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا۔ وہ لوگ جن کو اس ملک کی امامت ملی تھی اپنی دنیا بنانے میں لگ گئے۔ "الناس علی دین ملوکھم" کے تحت عوام الناس بھی اسی سمت میں چل نکلے' اب سب کے سامنے دولت دنیا کا حصول ہی ہدف رہ گیا۔

علمائے کرام چونکہ بالعموم مذہب کے ایک جامد تصور کے امین تھے لہٰذا تقسیم کے بعد انہوں نے یہاں اپنے مدرسے تعمیر کرنے پر اکتفا کی' انگریزوں کے دور میں جو ان کے شب و روز کے مشاغل و معمولات تھے' یہاں قیام پاکستان کے بعد بھی وہ اسی میں مشغول رہے۔ کبھی نعرے کے طور پر اسلامی نظام کی بات ہوئی تو اس میں آواز سے آواز ملا کر اپنی موجودگی کا ثبوت دے دیا اور بس! دین بحیثیت نظام زندگی ان کے سامنے ہوتا اور اس کے قیام کو اپنے فرائض میں سے سمجھتے تو گمان غالب ہے کہ صورت حال مختلف ہوتی۔

پاکستان بننے کے بعد کے حالات بالکل مختلف تھے۔ انہیں نئی منصوبہ بندی کرنی چاہئے تھی۔ اس کے لئے نصاب کی تبدیلی ناگزیر تھی۔ ایک طرف پاکستان بننے کے مقاصد کو اجاگر کیا جاتا تو دوسری طرف دعوت کے ذریعہ عوام الناس کو منظم کیا جاتا تاکہ وہ قیام پاکستان کے اصل مقصد کے حصول میں مدد و معاون بنتے۔ ہمارے علمائے کرام میں بعض فعال قسم کے لوگ انتخابی میدان میں کود پڑے۔ انتخابی رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ اس کے تقاضے دعوت سے بالکل مختلف ہیں۔ انتخاب میں حصہ لینے والوں کو اقتدار کا لالچی سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اپنے دل کے دروازے ایسے شخص کے لئے بند کر لیتے ہیں۔ جن کو اقتدار ورثے میں ملا تھا انہیں دین سے صرف اتنی دلچسپی تھی کہ اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ رکھ لیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اقتدار ہو تو وہی اسلامی ملک ہے۔ ایک مسلمان پر از روئے قرآن و حدیث جو ذمہ داری آتی ہے اس کا ادنیٰ تقاضا پورا کرنے کے لئے بھی وہ تیار نہ تھے۔

وہ اسی طرح لوگ جو دین کے انقلابی تصور کے حامل تھے' اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا تمکن چاہتے تھے اور وہ پاکستان کے قیام کے مقاصد کو اس زمین پر بروئے کار لانا چاہتے تھے' حکمرانوں کے مقابلے میں لنگر لنگوٹ کس کر انتخابی سیاست کے میدان میں آ گئے۔ وہ اگر حکمت سے کام لیتے' ہمدرد اور دوست بن کر سامنے آتے' دعوت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے' اقتدار کو ہدف نہ بناتے تو آج پاکستان کا منظر کچھ اور ہی ہوتا۔ اقتدار سے مقابلے نے ان کے اندر منفی سوچ کو پروان چڑھایا اور حکومت اس بات پر تل گئی کہ انہیں ہر حال میں پسپا کرنا ہے۔ اس لپاڈکی میں پینتالیس برس گزر گئے' اقتدار کے چہرے بدلتے رہے طور و اطوار وہی رہے۔ عوام الناس کی تربیت خالص سیکولر خطوط پر ہوئی۔ نئی نسل نے اخلاقی قدروں کو دیکھا نہ تھا۔ انہوں نے اپنے بڑوں کا انداز اپنایا۔ اور خالص دنیا پرستی کو اپنا ہدف بنایا مفاد سے مفاد ٹکرایا اور اس نے حقوق کی تحریک کو جنم دیا اور اپنی بقا کی جنگ میں سبھی مصروف ہو گئے۔ نئی نسل پر ہمارا غصہ فضول ہے۔ جو ہم نے بویا تھا اب وہی کاٹ رہے ہیں۔ جئے سندھ تحریک ہو یا ایم کیو ایم انہیں تشدد کی طرف دھکیلنے والے خود ہم ہیں۔ ان کی سوچ اور ان کی فکر کو پروان چڑھانے والے ہم ہیں۔ ہم نے نئی نسل کو ایسا کوئی نظام تعلیم نہیں دیا جس سے فکر میں ہم آہنگی پیدا ہوتی۔ ہم نے ان کو ذہنی تعمیر میں کوئی حصہ نہیں لیا ان کی اخلاقی نگہداشت کی طرف سے نچنت ہو گئے۔

حصول زر بڑوں کے مقاصد میں تھا۔ اب نئی نسل نے بھی اسی کو اپنا موٹو بنا لیا ہے۔ عزت' شہرت جب دھن والوں کے نصیب میں لکھ دی جائے تو ہر شخص اس کی خواہش کرے گا۔ دین و مذہب تو ایک اضافی شے قرار پایا۔ حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ مفاد سے مفاد کا جو ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے انتہائی خطرناک شکل اختیار کر جائے گا۔ کراچی کی ساری قتل و غارت گری مفاد کے ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔ دیہی شہری کشمکش بھی مفاد کے ٹکراؤ کا حصہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی بقا سے کسی کو دلچسپی نہیں رہی' اس کی تباہی میں اگر اپنا مفاد حائل ہے تو اسے تباہ ہونا چاہئے۔ جو لوگ اسے فرقہ وارانہ قرار دے رہے ہیں وہ بھی غض بصر سے کام لے رہے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مفادات کے ٹکراؤ کی یہ خوفناک شکل ہے۔ جماعتوں اور گروہوں میں جو الائنس بنتے ہیں ان میں قدر مشترک "مفاد" ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری دینی اقدار کا گراف کہاں تک گر چکا ہے۔ دین کی سربلندی دین کا قیام' دین کا فروغ مسلمانوں کے اندر قدر مشترک نہ بن سکا۔

اس صورتحال سے "غیروں" نے فائدہ اٹھایا ہے۔ آج ہم ایک دوسرے کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ ایک دوسرے سے فاصلے دن بہ دن بڑھ رہے ہیں۔ انصاف کے لئے کبھی اقوام متحدہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور کبھی امریکہ کی دہائی دیتے ہیں۔ کبھی عالمی حقوق انسانی کے ادارے کو آواز دیتے ہیں۔ "نیو ورلڈ آرڈر" کو اور کیا چاہئے تھا۔ یہ پکا پکایا مال ان کی جھولی میں گرا چاہتا ہے۔ ان کی تمنا اور کوشش ہے کہ اس روئے زمین پر اسلامی اسٹیٹ نام کی کوئی ریاست قائم نہ ہو۔ جو نام نہاد اسلامی ریاست ہے وہ خودکشی پر تیار ہے۔ خیر کی قوتیں اگرچہ اس ملک میں بڑی تعداد میں موجود ہیں مگر وہ بکھری پڑی ہیں۔ الگ الگ سمتوں میں محو سفر ہیں ان میں وہ جو دیدۂ بینا رکھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس اندھیری رات کے قبا کو چاک کیا جائے مگر وہ تنہا کچھ نہیں کر سکتے۔ حالات کی برق رفتاری سے جب اپنا مقابلہ کرتے ہیں تو بے حد مایوسی ہوتی ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کی کرن وہ احادیث ہیں جن میں عالمی اسلامی انقلاب کی خبریں دی گئیں ہیں۔ ہم اس مقام تک آ گئے ہیں جہاں سے انقلاب کا عمل شروع ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے۔ حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ان خیر کی قوتوں کو جمع کریں۔ ان کو ایک مشترک مقصد پر اکٹھا کرنے کے بعد معاشرے سے سعید روحوں کو کھنگالیں' ہمارا معاشرہ اگرچہ انحطاط کی طرف بگٹٹ بھاگ رہا ہے پھر بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اس زوال کو محسوس کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس دلدل سے خود کو نکالا جائے اور قوم کو نکالا جائے۔

"نیو ورلڈ آرڈر" ہمارے دروازے تک آ چکا ہے اس نے اپنے جال بچھانے شروع کر دیئے ہیں۔ ایمان کی قوت سے ہم اس جال کو کاٹ سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اب بھی ہم نہ جاگے تو اس کا گھیرا اتنا تنگ ہو گا کہ پھر ہم اس سے نہ نکل سکیں گے۔

> عزت و شہرت جب "دھن والوں" کے نصیب میں لکھ دی جائے تو ہر شخص اس کی خواہش کرے گا

> ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی بقا سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں رہی

بقیہ: پاکستان میں جمہوری تجربے کے مسلسل دس سال

ہی قرار پاتے ہیں۔ یہ تمام سیاسی قائدین جو ملک میں دن رات جمہوریت کے راگ الاپتے نہیں تھکتے' خود ان کا اپنا رویہ یہ ہے کہ ان کی اپنی پارٹیوں میں جمہوریت نام کی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

جماعتی عہدوں کے لیے پارٹی انتخاب کی کسی روایت کا سراغ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا بلکہ ہر سیاسی جماعت میں لیڈر شپ کی آمریت کا ڈنکا بجتا ہے۔ اسی طرح جماعتوں کو ملنے والی رقوم کی آمد و خرچ کے حسابات کی باقاعدہ جانچ پڑتال کا بھی کوئی موثر نظام موجود نہیں ہے۔

ان کمزوریوں اور خامیوں کی وجہ سے پاکستان کی حد تک جمہوری ڈھانچہ اپنے آپ کو مستحکم کرنے اور نئی روایات قائم کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں جمہوری تجربے کے گزشتہ دس سال کسی اچھی صورت حال کی عکاسی نہیں کرتے۔

ملک جمہوری عمل کے دوسرے دس سالہ دور میں داخل ہو چکا ہے' جسے اب بدعنوانی کے حامل سیاسی کلچر' فرقہ وارانہ تشدد' دہشت گردی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ اس ساری صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لیے بڑے بنیادی اور نمایاں اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے تبھی ملک و قوم کی حالت درست ہو سکتی ہے۔

جونیجو سے بے نظیر تک

پاکستان میں جمہوری تجربے کے مسلسل دس سال

نعیم اختر عدنان

پاکستان میں رائج الوقت برطانوی طرز کے پارلیمانی جمہوری ڈھانچے کو پہلی دفعہ دس سال کا عرصہ نصیب ہوا ہے۔ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر چلنے والے جمہوری سیاسی نظام کو اس عرصے میں کن نشیب فراز سے گزرنا پڑا' ان سطور میں ان کا کسی قدر تجزیہ کیا جائے گا۔

14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کے

پاکستان دنیا کے سامنے بہترین مثال بننے کی بجائے نمونہ عبرت بن چکا ہے

نام سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی۔ پوری دنیا کی نظریں اس نئی اسلامی ریاست میں اختیار کیئے جانے والے نظام پر تھیں مگر پاکستان دنیا کے سامنے قابل تقلید نمونہ اور بہترین مثال بننے کی بجائے "نمونہ عبرت" بن کر سامنے آیا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست اپنے قیام کے صرف پچیس سال بعد دو لخت ہو گئی۔ اتنے بڑے قومی سانحے کے بعد بھی حالات و واقعات میں بہتری کی جانب پیش رفت کی بجائے پاکستان کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے گھمبیر مسائل اور چیلنجوں کا سامنا ہے۔ قوم کا ہر فرد ملک کے مستقبل کے بارے میں پریشان اور فکر مند ہے۔

اقوام عالم کے بہت سے ممالک جمہوری نظام کے زیر سایہ مادی ترقی کی منزلیں سر کرتے ہوئے دنیا کی دیگر اقوام کے لیے قابل رشک مثال کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں مگر پاکستان شاید ابھی تک اپنی منزل کا تعین کرنے کے قابل بھی نہیں ہو سکا' منزل کی جانب سفر تو بہت آگے کی بات ہے۔

پاکستان میں موجودہ جمہوری تسلسل کا آغاز جنرل ضیاء الحق مرحوم کے ہاتھوں ہوا۔ جنہوں نے 1985ء میں مارشل لاء حکومت کے زیر سایہ غیر جماعتی انتخابات منعقد کروائے۔ ان انتخابات کے نتیجے میں محمد خان جونیجو وزیراعظم بن گئے اور فوج کے ساتھ ایک

ہمارا سیاسی کلچر قانون سازوں کو "لوٹا" بننے کی ترغیب دے رہا ہے

طرح سے "شریک اقتدار" ہو گئے۔ جونیجو حکومت کے قیام کے تقریباً 10 ماہ بعد ملک سے حقیقی معنوں میں مارشل لاء اٹھا لیا گیا اور سیاسی جماعتوں کو باقاعدہ طور پر کام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس جمہوری عمل کے نتیجے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں نے باقاعدہ سیاسی انداز سے کام کرنا شروع کر دیا۔

1973ء کے متفقہ آئین میں سات بڑی ترمیمات خود ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت کی اپوزیشن کی مخالفت کے باوجود کیں۔ ان ترمیمات کے نتیجے میں 73ء کے آئین کی متفقہ حیثیت کافی حد تک مشکوک ہو گئی۔ جمہوری عمل کی بحالی کے آغاز کے وقت جنرل ضیاء الحق نے آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئین پاکستان میں اپنا حصہ ڈالا۔ آٹھویں ترمیم دراصل ایک جامع اور بڑا پیکیج ہے جس میں اسلامی دفعات بھی شامل ہیں۔ مذہب بیزار انسانی حقوق کے نام

دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کا کردار شرمناک حد تک مایوس کن ہے

نہاد علمبردار جنہیں خواتین اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین کا نام دیتے ہیں اور بڑے تسلسل کے ساتھ آئین میں "ضیاالحقی" ترمیمات کے خاتمے کے لیے دل و جان سے کوشاں ہیں۔ آٹھویں ترمیم کے بعد 73ء کے آئین میں نویں اور دسویں ترمیم بھی ہوئی۔ 85ء سے 95ء تک کا دس سالہ عرصہ

اس بات پر شاہد ہے کہ ہمارے ملک کی بڑی اور موثر سیاسی جماعتیں تاحال ان ترمیمات کو معطل یا منسوخ کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کی یہ ناکامی موجودہ جمہوری نظام کی بقاء کے لیے ایک بڑے خطرے کی نشاندہی کرتی ہے۔

موجودہ جمہوری تجربے نے دس سال کے مختصر عرصے میں یکے بعد دیگرے چار الیکشنوں کا سامنا

کیا۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دس سالہ جمہوری دور میں پاکستان کے عوام کو دس حکومتوں سے واسطہ پڑ چکا ہے۔

85ء کے غیر جماعتی انتخابات کے ذریعے مئی 85ء سے اگست 88ء تک محمد خان جونیجو پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ روس کے ساتھ جنیوا معاہدہ پر دستخط کرنے کی پاداش میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے وزیراعظم کو "باعزت طریقے" سے اقتدار حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ ضیاء الحق اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت ایک حادثے کا شکار ہو کر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ اس وقت کے سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان صدر پاکستان کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ نئے انتخابات ہوئے اور بے نظیر بھٹو ملک کے تخت حکومت کی وارث بنا دی گئی۔ دسمبر 88ء سے اگست 90ء تک بے نظیر حکومت اپنا کام دکھاتی اور چلاتی رہی تاآنکہ صدر غلام اسحاق خان نے بے نظیر کو اقتدار کے ایوانوں سے باعزت رخصت کر دیا۔ غلام مصطفیٰ جتوئی کا نگران وزیراعظم کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ 3 ماہ کا انتہائی مختصر عرصہ گزر گیا اور نئے انتخابات کے ذریعے نواز شریف حکومت میں آ گئے۔ 90ء کے آخری مہینوں میں شروع ہونے والا یہ اقتدار اپریل 93ء تک جاری رہا اور ایک بار پھر

غلام اسحاق خان اسمبلیاں توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ پاکستان کے اقتدار کی نگہبانی و نگرانی سردار شیرباز مزاری کے حصے میں آئی اور 5 ہفتے لیلائے اقتدار سے لطف اندوز ہو کر موصوف خیر سے گھر کو لوٹا دیئے گئے اور سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کے ذریعے نواز شریف بطور وزیراعظم بحال ہو گئے۔ سپریم کورٹ کی طرف سے بحالی کا یہ حکم دیرپا ثابت نہ ہو سکا اور نواز شریف کو چھ ہفتے کے بعد بڑے اہتمام اور منصوبہ بندی کے ساتھ اقتدار سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پاکستان کے عوام کی "بدقسمتی" اور "بے بسی" دیکھئے کہ نواز شریف کے ساتھ ہی غلام اسحاق خان کو بھی رات کی تاریکی میں اقتدار سے الگ کر کے ع یک نہ شد دو شد' کی عملی مثال دہرا دی گئی۔

پاکستان کا اقتدار واقعی اپنے اندر بڑی جاذبیت اور کشش رکھتا ہے' اسی کشش نے امریکہ سے معین قریشی کو اپنا اسیر بنا کر پاکستان کی نگران وزیراعظم بننے پر جبور کر دیا۔ 3 ماہ کی یہ مجبوری ختم ہوئی تو خیر سے بے نظیر صاحبہ پھر سے اقتدار کے ایوانوں کی زینت بن کر وزیراعظم کے منصب پر براجمان ہو گئیں۔ جونیجو سے بے نظیر تک کا جمہوری قافلہ رواں دواں ہے۔ وزیراعظم بے نظیر کے اقتدار کو 17 ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے جو پہلے دور حکومت سے ابھی تھوڑا کم ہے 85ء

سے 95ء تک کے اس جمہوری سفر میں جسے مسلسل رکاوٹوں اور مداخلتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے' سیاسی جماعتوں کا کردار اور رویہ قابل ذکر حد تک شرمناک اور مایوس کن رہا ہے۔

جمہوریت کے دعوے دار ملک کی دونوں بڑی اور موثر سیاسی جماعتوں کے اندر پارٹی میں جمہوریت نام کی کسی چیز کا ڈھونڈنے سے بھی سراغ نہیں ملتا۔ ایک دوسرے پر آمر اور ڈکٹیٹر کا الزام لگانے والے سیاسی قائدین درحقیقت خود آمر مطلق کا روپ دھار کر سیاست بازی کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں۔

گزشتہ دس سالہ دور کو الیکشنی دور کہا جائے تو حقیقت کی عکاسی ہی قرار پائے گی۔ بار بار کے انتخابات سے عوام کے ردعمل کا اندازہ لگانا بہت آسان ہو گیا ہے۔ 85ء کے غیر جماعتی انتخابات میں رجسٹرڈ ووٹوں میں سے تقریباً 54% نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا جبکہ 88ء کے انتخابات میں یہی تناسب کم ہو کر 44% کے قریب آ گیا۔ ان انتخابات میں شناختی کارڈ کی لازمی پابندی بھی شرح تناسب میں کمی کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ 90ء میں ہونے والے انتخابات میں ڈالے گئے

گزشتہ دس سالہ جمہوری دور میں عوام کو دس حکومتوں سے واسطہ پڑ چکا ہے

ووٹوں کا تناسب 45% کے قریب ہی رہا ہے۔ 93ء کے انتخابی جائزے سے باعث تشویش صورت حال سامنے آئی ہے اور وہ یہ کہ ان انتخابات میں ڈالے گئے ووٹوں کا تناسب صرف 40% رہ گیا۔

رجسٹرڈ ووٹروں میں سے 60% کی عظیم اکثریت نے پولنگ بوتھ پر جانا گوارا ہی نہیں کیا۔ ایک اعتبار سے ووٹ نہ دینے والی عظیم اکثریت موجودہ انتخابی سیاست اور جمہوری نظام سے لاتعلق اور عدم اعتماد کا اظہار کرتی اس سے باغی نظر آتی ہے۔ اگر حالات میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہ ہوئی تو آئندہ انتخابات میں یہ تناسب اور بھی کم ہو سکتا ہے۔

دس سالہ جمہوری تجربے کے دوران سیاسی جماعتوں میں مفاہمت اور اشتراک عمل کی فضا پروان چڑھنے کی بجائے اختلافات اور شدید نفرت و بیزاری کا رویہ ہی سامنے آ سکا ہے۔ ہر اپوزیشن حکومت کے خلاف غیر آئینی اور غیر جمہوری اقدامات اور رویے کے الزامات دہراتی رہی ہے۔ نواز شریف حکومت کے خلاف بے نظیر اور بے نظیر حکومت کے خلاف موجودہ اپوزیشن ایک ہی تصویر کے دو رخ نظر آتے ہیں۔

ملکی سیاسی منظر کا ایک پہلو اور بھی قابل غور

قانون ساز اسمبلیوں میں کئی مواقع پر باعث شرم جملے کہے اور سنے گئے

ہے وہ یہ کہ موجودہ جمہوری تجربے میں اب تک کسی ایک پارٹی کو بھی دو تہائی اکثریت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

موجودہ اپوزیشن قومی اسمبلی کی تمام سٹینڈنگ کمیٹیوں سے عملاً لاتعلق ہو چکی ہے۔ قومی مفادات کے لحاظ سے مسئلہ کشمیر ہو یا ایٹمی پالیسی' دونوں بڑی پارٹیاں ابھی تک متفقہ موقف اختیار کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ موٹروے اور ٹرانسپورٹ سکیم جیسے منصوبے بھی موجودہ محاذ آرائی کی کیفیت کو واضح کرتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی ناکامی اور نااہلی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ فلور کراسنگ اور ہارس ٹریڈنگ جیسے مکروہ سیاسی کلچر کا فروغ بھی ان کی مجبوری ہے۔ گویا چند لوٹے زیادہ اثر و رسوخ کے

حامل ہیں۔ جن کے آگے سیاسی قیادتیں ہاتھ باندھ کر کھڑی نظر آتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ سطحی اداروں کے ذریعے قانون سازوں کو لوٹا بننے کی ترغیب دی جا رہی ہے تو کوئی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکے گا۔

لوٹا کریسی اور ہارس ٹریڈنگ کا واضح اظہار صوبہ سرحد اسمبلی کے حوالے سے پوری قوم کے سامنے آ چکا ہے۔ اسی بدعنوان سیاسی کلچر کی مدد سے صابر شاہ کی حکومت ختم کر کے آفتاب شیرپاؤ کو حکومت دے دی گئی۔ قانون سازوں کو وفاداریاں بدلنے کے عوض انعامات اور بڑے عہدے پیش کیئے جاتے ہیں اور "بہت کچھ" معاف بھی کر دیا جاتا ہے۔ نواز شریف حکومت کے دور میں پیپلز پارٹی کے سرگرم رہنماؤں کے خلاف مقدمات کی صدائے بازگشت ابھی آ رہی ہے مگر اب بے نظیر حکومت سابقہ حکومت کے نقش قدم کی پیروی پر مجبور نظر آتی ہے۔

قومی بینکوں سے بڑے بڑے قرض لینے والے "نادہندگان" کے بارے میں بھی حکومت کی پالیسی

جانبدارانہ اور غیر شفاف ہے اور اپنے کیمپ کے لوگوں کے لیے درگزر والا رویہ ہر کسی کو نظر آ رہا ہے۔ برسراقتدار گروہوں کے احتساب کے حوالے سے جانبدارانہ پالیسی بھی جمہوری عمل کے فروغ میں رکاوٹ کا سبب بن رہی ہے۔

چاروں صوبوں کے اعتماد کا مظہر ایوان بالا (سینٹ) سب سے بڑا قانون ساز ادارہ ہے جس کے چیئرمین اور قومی اسمبلی کے سپیکر کی اسیر ارکان کے بارے میں دی گئی رولنگ کو حکومت مسلسل تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ اپوزیشن اور حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والی ان دونوں شخصیات کے مشترکہ موقف کو تسلیم نہ کرنا درحقیقت پارلیمنٹ پر انتظامیہ کی بالادستی مسلط کرنے کے مترادف ہے۔ اپنے ان اقدامات کی وجہ سے وفاقی حکومت جمہوری آواز اور جمہوری کلچر اور درگزر کے رویے کو بری طرح کچل رہی ہے۔

دوسری طرف اپوزیشن کی جانب سے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صدر مملکت کے خطاب کے دوران جو رویہ اختیار کیا گیا تھا وہ کسی بھی لحاظ سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قومی اداروں کے منتخب اراکین ایک دوسرے کو تشدد کا نشانہ بنانے کے لیے جس طرح میدان عمل میں اترے قابل مذمت ہی نہیں باعث شرم بھی ہے۔ صدر کے خطاب کے بعد حکومتی ارکان نے جوابی کارروائی کے طور پر اپوزیشن کے رکن کو شدید زخمی کر دیا۔ سینٹ' قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں کئی مواقعے پر باعث شرم جملے کہے اور سنے گئے۔ ان وجوہات اور عوامل کی بنا پر عوام الناس کا قابل لحاظ طبقے کا ملک کی دونوں بڑی سیاسی جماعتوں سے اعتماد کا رشتہ مجروح ہوا ہے۔

ملک پہلی دفعہ مسلسل دس سال سے مارشل لاء سے بچ بچا کر جمہوری فضا میں سانس لے رہا ہے مگر سیاسی محاذ آرائی میں کمی ہونے کی بجائے روز بروز اضافہ ہی نظر آتا ہے۔ اس صورت حال کے ذمہ دار بڑی سیاسی جماعتوں کے زعماء اور قائدین

باقی صفحہ نمبر2

مملکت خداداد پاکستان میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟

قومی پریس کے حوالے سے

ہم لٹ گئے' برباد ہو گئے' ہمارا کچھ نہیں رہا' ہم کدھر جائیں' ہمارا کلچر تباہ کیا جا رہا ہے' ہماری تہذیب برباد ہو رہی ہے۔ ایک متفکر پاکستانی نے اپنے ان جذبات کا اظہار قومی صحافت کے ایک نمائندے کے سامنے کیا۔

صحافی نے حیران ہو کر پوچھا "کیا ہوا ہے بھائی صاحب؟ کلچر کو کس سے خطرہ ہے؟" لگتا ہے آپ نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ لاہور شہر میں کیا ہو رہا ہے۔

ایکسپورٹ پروموشن بیورو نے ایک ادارے کے ساتھ مل کر پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں ایک فیشن شو کا اہتمام کیا۔ اس شو کے مہمان خصوصی وزیر تجارت چودھری احمد مختار تھے۔

ایک "صاحب فن" کے تیار کردہ ملبوسات کی نمائش کے لیے فرانس سے "فرنچ گرلز" منگوائی گئی تھیں جنہوں نے یہ ملبوسات پہن کر کھلبلی مچا دی۔ ملبوسات کیا تھے بس باریک کپڑے کے مختصر چیتھڑوں کو لباس کا نام بطور "تہمت" دے دیا گیا تھا۔ یہ ماڈلنگ کم اور خواتین کی باڈی بلڈنگ کا شو زیادہ تھا۔ وہ جس شخص کا چاہتیں مزے سے بوسہ لے لیتیں......... اسی فیشن شو کو دیکھ کر آنے والے فوٹوگرافروں کی باہمی گفتگو بھی ملاحظہ کریں۔

"..... کل زندگی میں پہلی دفعہ تصویر کھینچتے ہوئے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے"۔

"کیوں کیا ہوا تھا؟"

"فرنچ لڑکیوں کی ماڈلنگ کا انداز دیکھ کر محسوس ہوا وہ تو سوئمنگ کر رہی ہیں"۔

"تم تو لگتا ہے بنیاد پرست اور شدت پسند ہو"۔

دوسرے فوٹوگرافر نے کہا "اوئے میری بات سن' بے نظیر بھٹو والے الفاظ استعمال نہ کر-----"

"سوری یار تم ٹھیک کہتے ہو"۔

23 مارچ کے مبارک موقع پر لاہور میں ایک سیٹھ صاحب نے جشن بہار کے نام سے عیاشی کا پروگرام خود اپنے خرچے پر ترتیب دیا' اس پروگرام کی چند جھلکیاں-----

----یہاں آنے والے "مہمانوں" نے خود کو پاکستان کے بجائے یورپ کے کسی شہر میں محسوس کیا اور روایتی شرم و حیا کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔ بعض مناظر ایسے بھی دیکھنے میں آئے جسے "مہمانوں" نے بھی ناپسند کیا۔ کھلے عام شراب نوشی کے واقعات بھی دیکھنے کو ملے۔

اندھیرا پھیلنے کے بعد پینے والوں کی تعداد میں خاص اضافہ ہو گیا جبکہ پینے والوں کی نسبت بہکنے والوں کی تعداد زیادہ تھی----

----

یکم مئی کو الحمراء ہال میں جلسہ عام کا پروگرام

عشرہ دعوت کے آخری روز الحمراء ہال لاہور میں یکم مئی کو ایک جلسہ عام ہو گا جس سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد خطاب کریں گے۔

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر---- 9184
شمارہ ———— 14
جلد ———— 4
مقام اشاعت : K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
مطبع مکتبہ جدید پریس لاہور

مدیر: اقتدار احمد
نائب مدیر: نعیم اختر عدنان
ترتیب و تزئین: غازی محمد وقاص
رابطہ آفس: A-67 گڑھی شاہو لاہور
فون: 6305110 - 6316638

پتہ:

ہمارا معاشرہ خواتین کے ساتھ ناانصافی کا مجرم ہے

خواتین کی بہبود کے لیے قائم شدہ مرکز "الفاطمہ" کی دس سالہ تقریب میں تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ جنرل (ریٹائرڈ) محمد حسین انصاری نے خطاب کرتے ہوئے چشم کشا باتیں کیں جن میں ہم سب کے لیے راہنمائی کا سامان موجود ہے۔

ڈاکٹر اختر ملک صاحب نے خطبہ استقبالیہ میں میرا شکریہ ادا کیا ہے کہ میں نے الفاطمہ مرکز کی تقریب میں شمولیت کے لیے وقت نکالا۔ درحقیقت شکریہ تو مجھے ادا کرنا ہے کہ آپ نے مجھے دعوت دے کر میری دس سالہ پرانی خاموش خدمت کا صلہ عطا فرما دیا۔ خاموش خدمت کے صلہ کی بات منہ پہ آئی تو مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو گوش گزار کر دوں۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں گلشن اقبال کے نام سے موسوم پبلک پارک میرا ہی تجویز کردہ، تعمیر کردہ منصوبہ ہے جسے میں پھلتا پھولتا دیکھ کر ایل ڈی اے سے گیا تھا۔ کبھی کبھار وہاں چلا جاتا ہوں۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک بچہ وہاں گھاس کی ڈھلوانی روش پر لوٹ رہا تھا اور اس کے قریب کھڑے ماں

ہمیں عورت کو اس کے فرائض یاد دلانے کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق کا تحفظ بھی کرنا ہوگا

باپ اسے گھر چلنے کو کہہ رہے تھے مگر وہ بچہ ان کی ایک نہ مانے۔ ہر ایک آدھ منٹ کے بعد وہ کہتے چلو بس کرو گھر چلیں اور وہ بچہ کہتا، میں نے نہیں جانا۔ میں یہ سن کر خوش ہو رہا تھا اور ہنس رہا تھا کہ میری اہلیہ جو میرے ساتھ تھیں پوچھنے لگیں، کیوں ہنس رہے ہو؟ میں نے جواب دیا، اس بچے نے مجھے میری خدمت کا صلہ دے دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی مجھے آج کی تقریب میں دعوت دے کر میری خدمت کا صلہ عطا فرمایا ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں۔ میں ایل ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر ساڑھے پانچ سال میں جو بھی کوئی اچھے کام کر سکا، ان میں الفاطمہ مرکز بھی شامل ہے۔

محترمہ ڈاکٹر فخر النساء صاحبہ کے پیغام میں جو ابھی پڑھ کر سنایا گیا ہے اس کا ذکر ہے اور میں ان کی جانب سے عزت افزائی کے جذبات پر مشکور ہوں مگر تحریک تو انہی کی تھی، initiative انہی کا تھا البتہ میرے لیے یہ مسرت کا باعث ہے کہ میں نے ان کی فرمائش پر فوری عملدرآمد کر دیا جو اور اچھے کام خواتین اور بچوں کی بہبود کے لیے میں کر سکا ان میں داتا نگر کا لڑکیوں کا ہائی سکول بھی شامل ہے جو چار کنال پر تعمیر کروا کر میں نے محکمہ تعلیم کے حوالے کر دیا اور جو اب کالج بن گیا ہے جس میں کوئی اڑھائی ہزار بچیاں تعلیم پاتی ہیں۔ میں وہاں بھی کبھی کبھار جا کر بچیوں کو کالج آتا دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ کالج کی انتظامیہ کو تو خبر نہیں ہوتی کہ میں کون ہوں تاہم کالج کے چپراسی مجھے خوش ہوتا دیکھ کر ضرور کہتے ہوں گے کہ اس بڈھے کا شاید کوئی سکریو ڈھیلا ہے کہ بچیوں کو دیکھ کر مسکراتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے آٹھ مدر اینڈ چائلڈ ہیلتھ سنٹر تعمیر کروا کر فیملی ویلفیئر کونسل کو ایک روپیہ ماہوار فی بلڈنگ کے کرایہ پر دے دیئے تھے جو الحمدللہ خوش اسلوبی سے چل رہے ہیں۔ میرا ارادہ تو شہر میں پچاس ایسے سنٹر بنانے کا تھا مگر خودداری نے ضرورت سے زیادہ ہی جوش مار ڈالا اور میں ایل ڈی اے چھوڑ کر چلا گیا۔ بہرحال میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ میرا موقف تھا اور اب بھی ہے کہ ہمارا معاشرہ خواتین کے ساتھ ناانصافی کا مجرم ہے لہٰذا اس ناانصافی کے خلاف عملی جہاد اشد ضروری ہے۔ عام طور پر عورت ایک خدمت گار و خدمت گزار کے طور پر ہی جانی پہچانی جاتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے مرد کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ مرد عورت کے فرائض گنوا گنوا کر اتراتا رہتا ہے، اس کے حقوق کی بات نہیں کرتا۔ ہماری قوم شرح خواندگی کا رونا روتی ہے کہ دنیا کے ممالک کی فہرست میں ہمارا نمبر بہت ہی نیچے ہے۔ کیوں نہ ہو، جب اس گود کو تم جاہل رکھنے پر تلے ہوئے ہو جس میں انسانیت نے پروان چڑھنا ہے تو علم دوست قوم تمہیں کیسے نصیب ہوگی۔

محترم خواتین! میں نے اس مرکز کا نام الفاطمہ سوچ سمجھ کر تجویز کیا تھا۔ اس مرکز کی نسبت ایسی ذات سے رکھنا چاہی جنہیں دنیائے اسلام "خاتون جنت" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جن کے والد گرامی محسن انسانیت، سرور کونین، فخر موجودات، رحمتہ اللعالمین، اللہ کے نبی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بالعموم اور اپنے پیروکاروں کو بالخصوص باور کرایا کہ عورت کو اس کا جائز مقام عزت و احترام ملنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو باور کرایا کہ بیوی تیری ملازمہ نہیں بلکہ جیون ساتھی ہے، عزت و شفقت اور محبت کی حقدار۔ ایک صحابی نے حضور سے عرض کیا،

بیوی مرد کی ملازمہ نہیں بلکہ اس کی جیون ساتھی ہے

یا رسول اللہ میں کچھ خدمت کرنا چاہتا ہوں اس کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے۔ حضور نے فرمایا، تیری ماں۔ اس نے عرض کیا، اس کے بعد۔ حضور نے فرمایا، تیری ماں۔ اس نے عرض کیا، اور اس کے بعد۔ حضور نے فرمایا، تیری ماں۔ اس نے عرض کیا اور اس کے بعد۔ حضور نے فرمایا، تیرا باپ۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ بیوی میاں کا لباس اور میاں بیوی کا لباس ہیں۔ غور فرمایئے اس ایک جملے میں میاں بیوی کے حقوق و فرائض کا مکمل ضابطہ ہے۔ لباس زینت بھی ہے، آرام بھی ہے، بیرونی اثرات سے تحفظ بھی ہے، شرم و حیا کا باعث بھی، پردہ بھی اور انتہائی قریب ترین شے بھی۔ حقوق و فرائض کے ضمن میں ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ عورتوں کے حقوق بھی اسی طرح ہیں جس طرح ان پر فرائض لازم ہیں۔ آج کا مرد اکثر و بیشتر بیوی کو لونڈی ہی تصور کرتا ہے۔ اسے صرف تابعدار و فرمانبردار خادمہ کے حوالہ سے ہی جانتا ہے۔ صرف اس کے فرائض کو

ایل ڈی اے، ڈائریکٹر جنرل کے طور پر میں نے جو اچھے کام کیے ان میں "الفاطمہ مرکز" بھی شامل ہے

الاپا رہتا ہے۔ اس کے حقوق کی بات ہی نہیں کرتا۔ اپنی عورت سے شرم و حیا کے اعلیٰ ترین معیار کا مطالبہ کرتا ہے جبکہ خود مست بیل کی طرح ہر عورت کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ رب نے اسے بھی شرم و حیا کے لیے آنکھیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والے بعض ارباب علم و دانش اپنی بیٹیوں کو وراثت کا حصہ نہیں دیتے۔ ہمیں چاہیے کہ عورت کو اس کے فرائض یاد دلانے کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق کا بھی تحفظ کریں۔

کوئی عورت بخوشی اپنے گھر سے باہر نکل کر کام کرنا پسند نہیں کرتی۔ کوئی نہ کوئی مجبوری اسے ایسا کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ میرا استدلال یہ ہے کہ اولاً اس معاشرے میں پیوست برائیوں کا مقابلہ کرنا

جب خودداری نے ضرورت سے زیادہ ہی جوش مارا تو میں ایل ڈی اے چھوڑ کر چلا گیا

کوئی آسان بات نہیں۔ یہ تو عورت ہی جانتی ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں اسے کام کے علاوہ کس بیزار کن صورتحال کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دوم ہر عورت کو کام سے لوٹنے کے بعد گھر کا کام ہر صورت میں کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس کی ہمت کتنا ہی جواب دے رہی ہو، اسے اپنے میاں اور بچوں کی نگہداشت بلکہ ناز برداری کا بوجھ بھی اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ایک عورت اپنے گھر میں واقعی مطمئن اور خوشحال ہو تو وہ کاہے کو باہر کے دھکے کھانا پسند کرے گی۔ عورت کی مشکلات کیا ہیں یہ عورت ہی جانتی ہے۔ مرد کیا جانے۔ اگر کسی مرد کو شک ہو تو کسی روز تین ماہ کا خوبصورت بیٹا کوئی چار گھنٹے کے لیے سنبھال کر دکھائے۔ بچہ رونے لگے تو پہلے دس پندرہ منٹ اس سے ضرور پیار کرے گا۔ اگر وہ چپ نہ ہو تو اگلے پانچ دس منٹ تھپڑوں سے اس کی تواضع کرے گا۔ بچہ مزید چلائے تو اسے گٹر میں پھینک آنے تک کا غصہ آنے لگے گا۔ ہم مردوں کو چاہیے کہ عورت کو اس کا صحیح مقام دیں تاکہ وہ اپنی گراں قدر ذمہ داری، سکون و اطمینان اور باعزت طریق پر نبھا سکے۔ ماں سے بڑھ کر کوئی باعث رحمت نہیں، نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور بیٹی سے بڑھ کر کوئی ہمدرد نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر اختر ملک صاحب نے الفاطمہ مرکز کی دس سالہ کارکردگی پر روشنی ڈالی ہے۔ میرے لیے یہ امر انتہائی مسرت کا باعث ہے کہ جس پودے کو لگانے میں میرا بھی ہاتھ تھا وہ اب تناور درخت بن چکا ہے اور علاقے کی بچیاں اس سے پورا استفادہ کر رہی ہیں۔ جس محنت اور لگن سے آپ کی تنظیم نے اس مرکز کو کامیاب بنایا ہے، وہ یقیناً لائق صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے اس مرکز کو خاصی مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اور اس وقت کے ایل ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل اے یو سلیم صاحب نے مدد فرمائی اور مسئلہ حل کروا دیا۔ میں ان کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آخر میں ایک بار پھر آپ کی تنظیم کا یاد آوری پر شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

مدیر ندائے خلافت کی علالت

ندائے خلافت کے باقاعدہ شمارے کی جگہ خلاف توقع اس ہفتے بھی (خبر نامہ) اخباری ایڈیشن دیکھ کر قارئین کو تعجب تو ضرور ہوگا لیکن یہ معاملہ بے سبب نہیں ہے۔ مدیر ندائے خلافت جناب اقتدار احمد گذشتہ ہفتے کے دوران ہسپتال میں داخل رہے ہیں جس کے باعث باقاعدہ شمارے کی اشاعت اس ہفتے ممکن نہیں تھی۔ ریڑھ کی ہڈی اور دائیں پسلی میں شدید تکلیف تو انہیں گذشتہ ڈیڑھ دو ماہ سے تھی لیکن خرابی کی نوعیت کسی طور معلوم نہ ہونے کے باعث اس کا باقاعدہ علاج ممکن نہ تھا۔ ہر طرح کے الٹرا ساؤنڈ اور آئی سو ٹوپ بون سکین ٹیسٹ کرانے کے بعد بھی جب مرض کی نوعیت معلوم کرنے میں ناکامی ہوئی تو بالآخر ایک چھوٹے آپریشن کے ذریعے ان کی تین پسلیوں اور ریڑھ کی ہڈی سے نمونے کا مواد حاصل کیا گیا تاکہ بائیو آپسی کے ذریعے مرض کی نوعیت معلوم کی جا سکے۔ بائیو آپسی کی رپورٹ کا ابھی انتظار ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ محترم اقتدار احمد کی صحت و عافیت کے لئے رب العزت سے دعا فرمائیں۔ ادارہ

اسرہ جہلم کے نقیب کی دعوتی سرگرمیاں

(نامہ نگار) 10 مارچ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی میں شامل "اسرہ جہلم" کے نقیب محمد حسین نے وسیم تبریز کے ہمراہ موضع بنگیال ضلع جہلم کا دعوتی دورہ کیا۔ اس موضع کی جامع مسجد میں رفیق محترم محمد عدالت کی کوششوں سے خطاب جمعہ کا موقعہ ملا۔ نماز عصر کے بعد انفرادی ملاقاتیں کی گئیں۔ عشاء کی نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو کر فرائض دینی کے موضوع پر خطاب ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز فجر تقویٰ کے عنوان سے مسجد کے نمازیوں سے خطاب کیا۔

دوسرے دن 11 مارچ کو منگلا کالونی میں مقیم تحریک خلافت کے معاون حافظ غلام مرتضیٰ کے تعاون سے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں اور انہیں نوید خلافت نامی پمفلٹ کے حوالے سے دین کی دعوت دی اور اقامت دین کی جدوجہد میں شمولیت کی دعوت دی۔

تنظیم اسلامی کی مجلس شوریٰ کا ایک فیصلہ

قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے منکرات کے خاتمے کی ہر ممکن کوشش کریں

(نمائندہ خصوصی) تنظیم اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس مشاورت نے اپنے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ مقامی سطح پر (رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے) ان برائیوں کے سدباب کے لیے محنت و کوشش پسندیدہ ہوگی جن کی ملکی قانون کے تحت اجازت نہیں ہے۔ گھر، گلی، محلہ میں اہل محلہ کے تعاون سے قانون کے دائرے کے اندر ان منکرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اس ضمن میں توازن اور جذبہ نصح و خیرخواہی درکار ہوگا۔

ذاتی سطح پر اس محنت و کوشش پر کوئی قدغن نہیں البتہ کسی درجہ میں بھی یہ کام تنظیم اسلامی کے حوالے سے ہو تو نظم کا یہ تقاضا ہوگا کہ متعلقہ نظم کو اس کی باقاعدہ اطلاع دے کر اجازت حاصل کی جائے۔

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے دروس اب بزبان انگریزی بھی دستیاب ہیں۔
جولائی 94ء میں نیو جرسی (امریکہ) میں منعقدہ قرآنی کیمپ میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دروس کا یہ سیٹ 23 ویڈیو کیسٹ پر مشتمل ہے، جس کی قیمت 3200 روپے ہے۔ جبکہ 64 آڈیو کیسٹ (پاکستانی) کی قیمت 1280 روپے ہے۔

----- برائے رابطہ -----

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5859501-2